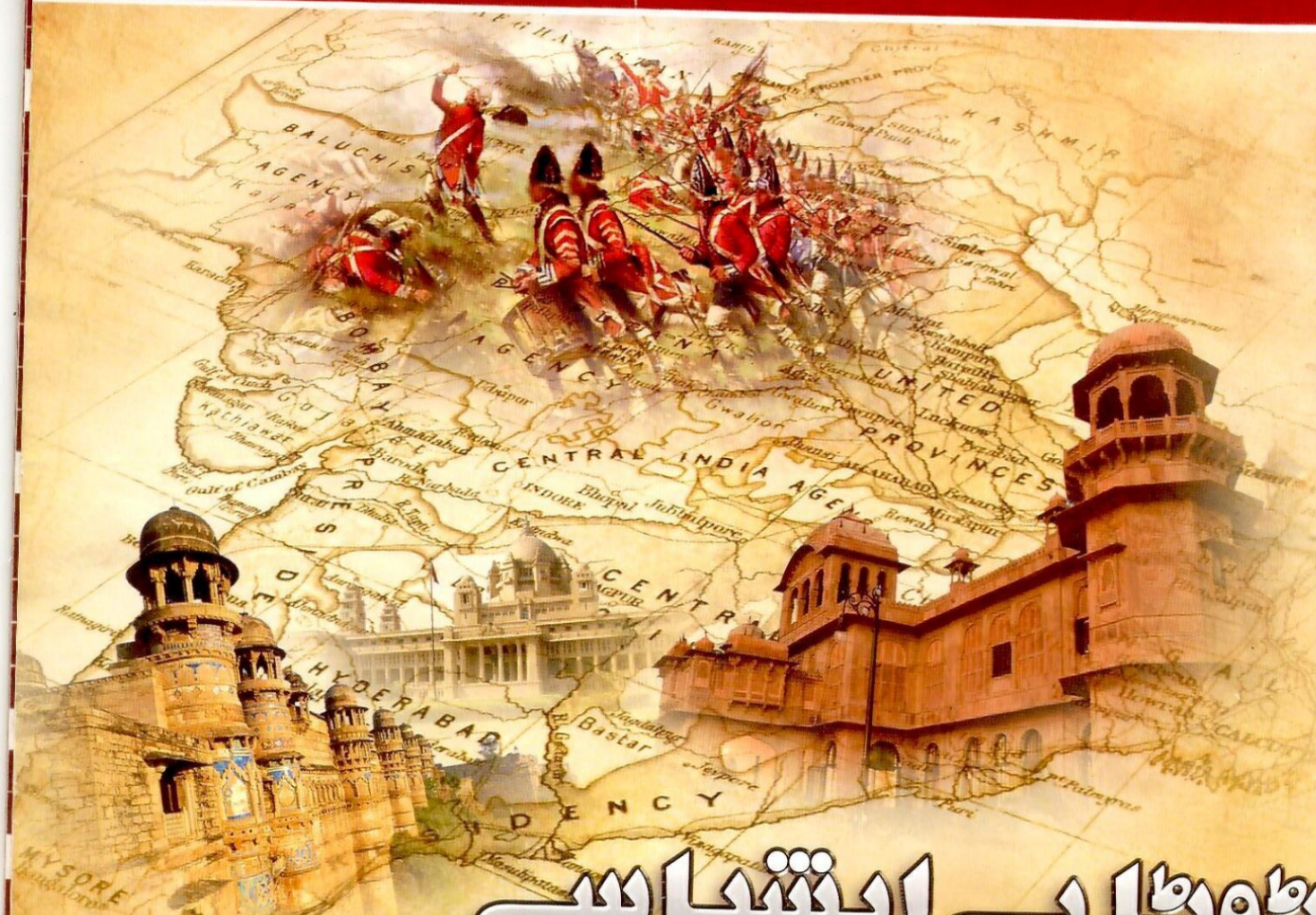
دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

جلد نمبر 1، شمارہ نمبر 4، دسمبر 2011ء

ماہنامہ

فہمِ دین



ٹوٹا ہے ایشیا سے سحر فرنگیانہ

واقعہ کربلا اور شہادتِ حسینؓ

پیامِ سالِ نو

1433
محرم الحرام

Su	Mo	Tu	We	Th	F
		1	2	3	
6	7	8	9	10	
13	14	15	16	17	

بات صرف زاویہ نگاہ کی ہے

امت کا امین

محمد ابوبکر صدیق

دونوں لشکر ایک دوسرے کے مدِّ مقابل تھے .....صف بندی ہو چکی تھی ..... جنگ کا آغاز ہوا چاہتا تھا.....بس مبارزت کے چند لمحے باقی تھے..... جنگ اور مقابلہ کسی ایسے دو فریقوں کے درمیان نہیں تھا جن کی دشمنی نسلوں سے چلتی آ رہی ہو بلکہ سب برابر کے تھے اور آپس میں گہرے رشتے دار بھی تھے..... بہت سے باپ تھے جن کا مقابلہ بیٹوں سے تھا اور بہت سے بیٹے جن کا مقابلہ باپ سے تھا..... کسی کا بھائیوں سے اور کسی کا رشتہ داروں سے..... جنگ کا آغاز ہونے پہ آیا تو ایک باپ بیٹے کی آنکھیں دو چار ہوئیں اور سنسنی سی دوڑ گئی.....

برسوں کی رفاقت اور آفاقی رشتے کیا آج توڑ دیے جائیں گے؟..... کیا تاریخ نے کبھی ایسا زخم کھایا ہوگا؟..... یہ سوالات تھے جو زیرِ لب بڑبڑائے جا رہے تھے .....مگر تقدیر کا فیصلہ رقم ہو چکا تھا کہ یہ سب ہو کر رہے گا..... اس معرکے میں حق کو فتح اور باطل کو شکست دی جائے گی..... دنیا کو شعور و آگہی بخشنے اور جہالت سے نجات کی راہ میں باطل نے جتنی رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں ان کو پاش پاش کر دیا جائے گا.....ایک مختصر سی جماعت تو ان حق پرستوں کی تھی جنہوں نے بے سروسامانی کے عالم میں یہ تہیہ کر لیا تھا کہ دنیا کے کونے کونے میں ہم حق کا نور پھیلائیں گے۔ دوسرا بڑا لشکر ہر طرح کے ساز و سامان سے لیس ان باطل پرستوں کا تھا جنہوں نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ حق کی آواز کو بہر صورت روکا جائے گا۔

جنگ کا آغاز ہو گیا.....اس بیٹے نے کوشش کی کہ کسی طرح باپ کے قتل کا کڑوا گھونٹ نہ بھرنا پڑے لیکن بدنصیب باپ نے بار بار للکارا اور پلٹ پلٹ کر حملہ کیا۔ آخر دونوں آمنے سامنے آئے۔ تلواریں اٹھیں، ٹکرائیں اور پھر ایک بھرپور وار نے باپ کو دو بے جان ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔

امین الامت سیدنا ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور اسلام کی خاطر دو مرتبہ ہجرت کر چکے تھے۔ آپ نے جب دلی جذبات پر پاؤں رکھ کر اسلام کی خاطر یہ سب کچھ کر ڈالا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ آیت نازل کر کے ان کی ہمت کی تعریف فرمائی۔

لَاتَجِدُ قَوْماً يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّوْنَ الی قوله تعالی .....

اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (المجادلة) ترجمہ: اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی قوم کو آپ ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے تعلق رکھیں جو اللہ اور رسول سے دشمنی رکھتے ہوں۔ خواہ وہ دشمن ان کے باپ ہوں، بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا ان کے خاندان کے لوگ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان راسخ ہو گیا اور خدا کے فضل سے ان کی مدد کی گئی۔ ان کو اللہ ایسی جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل کر دے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ یہی اللہ کا لشکر ہے اور اللہ کا لشکر ہی فلاح پانے والا ہے۔

حضرت ابوعبیدہؓ کو نبی اکرم ﷺ سے بہت محبت تھی۔ غزوہ احد میں آپ ﷺ پر ایک کافر نے وار کیا جس سے خود کی دو کڑیاں آپ کے چہرۂ انور میں گڑ گئیں۔ ابوعبیدہ جلدی سے آگے بڑھے اور منہ کے ذریعے کھینچ کر انہیں نکالا اسی کوشش کے دوران ان کے دو دانت بھی شہید ہو گئے۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ ان دو دانتوں کو قربان کرنے کا صلہ دنیا میں یہ ملا کہ ان کے حسن اور خوب صورتی میں پہلے سے بہت زیادہ اضافہ ہو گیا باقی آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ اللہ کے علم میں ہے۔

آپؓ سنت کا اتباع بڑے اہتمام سے کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی جنگ میں حضرت عمرو بن العاصؓ سے کسی بات پر اختلاف ہو گیا اور کوئی بھی دوسرے کو قائل نہ کر سکا تو آپ اپنے موقف سے دستبردار ہو گئے اور کہا کہ میں اپنے موقف کو ہی صحیح سمجھتا ہوں لیکن ایک حدیث یاد آ گئی تھی اس وجہ سے میں نے تمہارے موقف کو تسلیم کر لیا ہے۔

بے نفسی اور دنیا سے لاتعلقی کا یہ عالم تھا کہ آپ رومیوں کے خلاف مسلمانوں کے لشکر کے امیر تھے۔ رومیوں کا سفیر آپ سے ملنے آیا تو پہچان نہ سکا کہ ان کا سردار کون ہے؟ کافی دیر یوں ہی پھرتا رہا۔ بعد میں کسی نے بتایا کہ ہمارا سردار وہ ہے جو سامنے زمین پر بیٹھا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ شام کی طرف گئے۔ مسلمان فوج کے سپاہیوں کو دیکھا کہ ان کے اوپر عجم کے اثرات نظر آ رہے ہیں۔ آپ نے غصے میں انہیں کنکریاں ماریں کہ تم اتنی جلدی آرام و آرائش کے عادی ہو گئے؟ چلتے چلتے جب حضرت ابوعبیدہؓ تک پہنچے تو دیکھا کہ ان کے پاس تلوار، ڈھال اور اونٹنی کے کجاوے کے علاوہ کچھ نہیں۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: ''ابوعبیدہ! کاش تم ضرورت کا سامان تو اپنے پاس رکھ لیتے!''

آپ کی سادگی کا تو یہ عالم تھا حالاں کہ اگر اس سادگی کے پیچھے جھانکا جائے تو ایک عظیم مدبر، زیرک سپہ سالار، نڈر اور بے باک سپاہی اور انتظام حکومت میں حضرت عمر فاروقؓ کے پائے کی شخصیت بیٹھی ہوئی نظر آتی ہے۔ (بقیہ: ص 36 پر)



گردشِ ایّام



معراج الحق اعتشام

''حمزہ کیا کر رہے ہو؟'' دادی اماں نے حمزہ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

'' کچھ نہیں، دادی اماں! پڑھ رہا ہوں۔''

''تم اپنے اسکول کا کیوں نہیں پڑھ لیتے؟ کیا ضروری ہے یوں فضولیات میں وقت گنوانا؟ ''دادی اماں نے گرج دار آواز میں کہا۔

''میں اپنا ہوم ورک کر چکا ہوں۔'' حمزہ نے دبی آواز میں جواب دیا۔

''تو کچھ یاد کرلو، ان چیزوں کے لیے تو عمر پڑی ہے۔ آنے دو تمہارے ابّا کو، آج بات کروں گی کہ تمہارے اللّوں تللّوں پر پابندی لگائے۔'' یہ بات سن کر حمزہ نے بچوں کی قصص الانبیاء بند کی اور بے دلی سے بستہ کھولنے لگا۔

☆☆☆☆☆

''امّی! آپ نے وعدہ کیا تھا Exam میں اچھے نمبر آئے تو آپ میری پسند کا گفٹ دلائیں گی۔''

''جی بیٹا! بولو! کیا لو گے؟'' امی کے کدو چھیلتے ہاتھ رک گئے۔

''وہ..... امی! مجھے لائبریری کی ممبر شپ دلا دیں۔''

''کیا!!!'' امی نے اس کو گھور کر دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہو۔ ''ہرگز نہیں! یہ نہیں! کچھ اور مانگ لو۔''

''مگر امی! آپ نے کہا تھا پسند کا تحفہ.....''

امی نے مزاحیہ انداز میں کہا: ''بھئی ممبر شپ نہ ہونے پر تمھارا یہ حال ہے۔ اگر ممبر شپ دلا دی تو تم تو گھر ہی نہیں آؤ گے۔ وہیں ڈیرہ ڈال لو گے۔''

حمزہ کا سوجا ہوا منہ دیکھ کر امی پھر گویا ہوئیں: ''بھئی ان کاموں میں ابھی نہ پڑو۔ کتابیں پڑھنے کے لیے عمر پڑی ہے۔ اچھا ایسا کرو کل ابو کے ساتھ جا کر اپنے لیے موبائل فون پسند کرلو۔''

اور یوں رفتہ رفتہ اس کو بھی یقین ہوتا چلا گیا کہ کتابوں کے لیے عمر پڑی ہے۔ اور وہ بڑا ہو کر انہیں آرام سے پڑھ سکے گے۔ وقت کا پہیہ گھومتا رہا اور بڑھتی عمر اس کی مصروفیت میں اضافہ کرتی چلی گئی۔

تعلیمی مراحل پورے کرتے کرتے وہ ایک ایسی حقیقی دنیا میں داخل ہو گیا جو اپنی تمام تر رعنائیوں اور دلفریبیوں کے باوجود تلخ اور دشوار تھی اور پھر دفاتر میں نوکریوں کے لیے چکر۔ اور پھر ملازمت، اور گھر کی ذمہ داریاں۔ ذمہ داریاں یوں دبے پاؤں اس کے سر پہ آ دھمکیں کہ اسے احساس تک نہ ہونے دیا۔ اور انہوں نے اسے کچھ ایسا بے دم کیا کہ اسے اپنا بھی ہوش نہ رہا۔

اس روز دفتر سے واپسی میں پھل خریدتے ہوئے اس کی نظر کتابوں کی ایک دکان پہ پڑی، تو وہ بے اختیار وہاں کھنچتا چلا گیا۔ کتب بینی کے عیش کا متحمل تو نہیں ہو سکتا تھا لیکن کچھ دیر کے لیے آنکھیں تو ٹھنڈی کی جا سکتیں تھیں۔ وہ کتابوں کو چھوتا اور ان کا سرِ ورق پڑھتا رہا، وہ اس میں اس قدر محو تھا کہ ہوش ہی نہ رہا کہ کتنی دیر سے دکاندار کی نظریں اس پر جمی ہوئی ہیں۔ ذرا دھیان آیا تو جھینپتا ہوا بچوں کی ایک کتاب خرید کر باہر آ گیا۔

''ریحان! یہ دیکھو آج تمہارے پاپا تمہارے لیے کیا لائے ہیں۔'' حمزہ نے گھر داخل ہوتے ہی اپنے بیٹے کو آواز دیتے ہوئے کہا۔

''جی ابو! یہ کیا ہے؟ بک ہے ''سلطان صلاح الدین ایوبی'' شکریہ ابو! جزاک اللہ!'' ریحان کا چہرہ تمتما اٹھا۔

اتنے میں ریحان کی امی کمرے میں داخل ہوئیں: ''ریحان بیٹا! یہ کتاب مجھے دے دو۔ آپ امتحان کے بعد پڑھیے گا۔ ٹھیک ہے، شاباش! ابھی جاؤ۔''

(ریحان کے جانے کے بعد)

''حمزہ! آپ بھی کیا کرتے ہیں؟ اتنی سی عمر میں کتابیں لا کر دے رہے ہیں۔ اگر ابھی سے اس کو ان کا چسکہ لگ گیا تو گیا کام سے۔ ان کے لیے تو عمر پڑی ہے۔'' اور حمزہ کا ذہن اسی ایک جملے میں اٹک گیا..... ان کے لیے عمر پڑی ہے ابھی..... کیا واقعی؟

بقیہ: امت کا امین

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے لوگوں سے کہا کہ تمہارے سامنے عمر فاروق اور عبیدہ موجود ہیں جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو۔ تو خود حضرت ابوعبیدہؓ نے خلیفہ بننے سے انکار کر دیا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی نظر میں ان کا کیا مقام تھا۔ پھر جب حضرت عمر فاروقؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس وقت حضرت ابوعبیدہؓ فوت ہو چکے تھے۔ آپ نے حسرت سے کہا کہ آج اگر ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ بنا دیتا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ اپنے دوستوں میں بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا: ہم میں سے ہر شخص اپنی دلی خواہش بیان کرے۔ چنانچہ ایک نے کہا: کاش! اللہ مجھے سونے سے بھرا گھر دے تو میں سارے کا سارا اللہ کے رستے میں صدقہ کر دوں۔ دوسرے نے کہا: کاش! مجھے جواہرات سے بھرا گھر ملے تو میں اسے صدقہ کر دوں۔ حضرت عمر فاروقؓ کی باری آئی تو آپ نے انوکھی خواہش کا اظہار فرمایا کہ'' کاش! میرا گھر ابوعبیدہ جیسے اللہ والوں سے بھر جائے۔''